

افکار

”فکر و نظر“ کے نومبر - دسمبر ۱۹۶۴ء کے شمارے میں مولانا محمد ادریس صاحب نے ڈاکٹر فضل الرحمن کے ایک مضمون ”تصور سنت“ کے بارے میں اپنے کچھ اشکالات پیش فرمائے تھے اور ڈاکٹر صاحب سے ان کے جوابات چاہے تھے۔ مولانا موصوف کے ارشاد کی تعمیل میں ڈاکٹر صاحب کا جواب اسی شمارے میں شائع ہو رہا ہے، لیکن ”فکر و نظر“ کا وہ شمارہ جس میں مولانا محمد ادریس صاحب کے یہ اشکالات چھپے ہیں۔ جیسے ہی ہمارے محترم بزرگ مولانا تمنا عمادی صاحب کے پاس چائگام پہنچا، انہوں نے از خود ان کے بارے میں اپنے طویل مضمون کی پہلی قسط اشاعت کے لئے بھیج دی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب کے جواب کے ساتھ ساتھ مولانا عمادی صاحب کے مضامین کا یہ سلسلہ بھی نذر قارئین ہے۔

(مدیر)

مولانا محمد ادریس صاحب کا پہلا سوال یہ ہے۔

”سنت نبوی“ اور ”سنت رسول“ کی ایسی جامع و مانع تعریف فرمادیجئے۔ جو سنت رسول کے جملہ مصادیق پر حاوی ہو اور ماسوی سنت رسول اور کسی کی سنت پر صادق نہ آئے۔

جواب — لفظ ”سنت“ کے لفظی اور لغوی معنی کی بحث سے مولانا نے منع فرمایا ہے مگر اتنا تو کہنے کی اجازت ملنی چاہئے کہ ”سنت“ کے معنی

راستے اور طریق کے ہیں - انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و سنتی۔ یا علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدین من بعدی - پہلی حدیث میں فیکم کا لفظ بتا رہا ہے کہ جس طرح قرآن مجید فی صدور الذین اوتوا العلم ہے اور ہر مسلم گھر میں مصاحف کی شکل میں موجود ہے، اسی طرح ”سنتی“ بھی ہر صحابی کے عمل درآمد میں تھی اور ہر گھر میں تھی۔ اسی لئے دوسری حدیث میں ”سنتی“ کے بعد واؤ تفسیری سے بتادیا کہ ”سنتی“ وہی ہے جو سنت الخلفاء الراشدین من بعدی ہوگی - راستہ اگرچہ مضاف ہے رسول ص اور خلفائے راشدین کی طرف - مگر یہ مراد نہیں کہ جس راستے پر صرف رسول ص ہی تنہا چلے ہوں اور اپنے اپنے وقت میں خلفاء چلے ہوں - راستہ تو عام ہے - سارے صحابہ پہلے رسول ص کے پیچھے پیچھے اسی راستے پر چلتے رہے۔ پھر ہر خلیفہ کے پیچھے ان کے عہد خلافت میں سارے مومنین اسی راستے پر چلتے رہے - سنت یعنی راستے کی اضافت فقط قائدین کی طرف کی گئی ہے - مقتدیوں کو اس اضافت میں لفظاً و ذکرآ شامل کرنے کی ضرورت نہ تھی تاکہ دوسرے لوگ سمجھیں کہ ہمیں اپنے مقتدا کے پیچھے پیچھے ہی چلنا ہے - راہ تو سب مومنین کی ہے مگر سارے مومنین اپنے ایک مقتدا کے ساتھ مقتدی ہی کی حیثیت سے رہیں گے - اسی لئے قرآن مجید میں اسی راستے کو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنتی و سنت الخلفاء الراشدین فرمایا ہے - قرآن مجید نے اسے سبیل المومنین سے تعبیر کیا ہے -

ومن یتبع غیر سبیل المومنین نولی ماتولی و نصلہ جہنم و ساءت مصیراً (اور جس نے سبیل المومنین کے سوا کوئی دوسری راہ اختیار کی تو جدھر اس نے رخ کیا ہے - ہم اس طرح منہ پھیرے چھوڑ دیتے ہیں اور قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد اس کو جہنم میں جھونک دیں گے اور یہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے -)

اس تمہید کے بعد اصل سوال کا جواب سنئے :-

دین نام ہے چار چیزوں کے مجموعے کا - عقائد و عبادات اور اخلاق و معاملات - پہلے دونوں دین لذاتہ ہیں اور دوسرے دونوں دین لغیرہ ہیں -

ابتغاء لمرضاۃ اللہ کی نیت سے حسن اخلاق و حسن معاملات اختیار کرنا بھی دین ہی میں شامل ہے۔ ان چاروں فرائض کے مامور اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپ ص نے ان چاروں فرائض کے ادا کرنے کا جو عملی طریقہ اختیار فرمایا اور پھر جو جو خوش قسمت آپ ص پر ایمان لاتے گئے، اسی راستے پر آپ ان کو اپنے پیچھے پیچھے چلاتے رہے۔ اور اسی طرح ایک دینی عمل درآمد کا طریقہ قائم ہو گیا۔ اس طریقے کا نام سنت نبویہ ہے۔ اسی کا نام سبیل المومنین ہے۔ خلفاء راشدین بھی چونکہ خلیفہ رسول اللہ کی حیثیت سے امت کی قیادت کریں گے۔ اس لئے ان کی سنت بھی ہوئی تو وہی سنت نبویہ، مگر اس کی نسبت ان کی طرف کی گئی۔ مگر درحقیقت وہ سنت نبوی ہی ہے۔ مختصر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی عمل درآمد کا جو طریقہ قائم فرمایا اور جس پر تمام صحابہ کا عمل درآمد رہا۔ اسی کا نام سنت نبویہ ہے۔ اور اسی کو قرآن مجید میں سبیل المومنین فرمایا گیا ہے۔

بشری امیال و عواطف کے ماتحت جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، یا خلفائے راشدین نے کیا، وہ سنت نہیں ہے، سنت وہی ہے۔ جو دینی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کا حکم آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو۔ یا بخیال تعلیم یا ترغیب صحابہ کے سامنے کیا ہو۔ اگر کسی دوسرے نے کوئی دینی کام آنحضرت صلعم کے سامنے کیا ہو اور آپ ص نے دیکھنے کے باوجود صرف سکوت اختیار فرمایا ہو تو سنت نہیں ہے۔ آپ نے اس فعل کے مباح ہونے کی وجہ سے سکوت فرمایا۔ اگر آپ ص نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا تو اس سے ترغیب ثابت ہوئی۔ اس لئے وہ سنت ہے۔ غایت سے غایت بھلی قسم کی تقریر کو مباح سنی کہہ سکتے ہیں کہ اس فعل کو مباح سمجھنا ممنون ہے۔ اور احکام قرآنی کی بجا آوری کا جو طریقہ آپ نے معین فرمادیا ہے، وہ سنت مفروضہ ہے۔ کسی اور طریقے سے ان فرائض کو ادا کرنا جائز نہیں۔

رسول اللہ صلعم اور خلیفہ رسول ص کے موا کسی اور کی سنت کا اتباع اسی شرط پر جائز ہے اگر وہ منبع سنت رسول ہے۔ یعنی ہم اس کی سنت کا اتباع کر کے درحقیقت سنت رسول کا اتباع کرتے ہیں۔ کسی اور کی سنت کا اتباع دینی حیثیت سے ثواب یا برکت یا ابتغاء مرضاۃ اللہ کی امید پر جائز نہیں۔

واتبع سبیل من اناب الی سے وہی لوگ مراد ہیں، جن کی انابت الی اللہ بدلیل قطعی معلوم ہو۔ اور وہ انبیاء و مرسلین کے بعد صرف السابقون الاولون من المهاجرین و الانصار ہیں اور انہی کے اجماع پر رضائے الہی موقوف ہے۔ سبیل المومنین میں بھی الف لام عہد کا ہے اور وہی مومنین مراد ہیں، جن کے ایمان کو قرآن مجید میں معیاری ایمان قرار دے کر فرمایا ہے۔ فان آمنوا بمثل ما آمتم بہ فقد اهتدوا۔ (اے اصحاب رسول) اگر یہ (اہل کتاب) تمہارے ہی ایمان جیسا ایمان لے آئے تو (سمجھو کہ) ہدایت یافتہ ہوئے۔ اور عام صحابہ میں یقیناً السابقون الاولون کا درجہ بہت بلند ہے۔ اس لئے کہ وہ متبوع ہیں اور بعد والے تابع اور بصورت اختلاف متبوعین کی سنت تابعین پر مبنی ہوگی۔

یہ ہے میرے نزدیک سنت کا صحیح مفہوم جسے میں نے مختصراً بیان کرنے کی کوشش کی۔

مولانا کا دوسرا سوال یہ ہے:-

آپ (ڈاکٹر صاحب) فرماتے ہیں:

(۱) ”سنت رسول کا نظریہ ایک کارفرما اور عملی تصور تھا جو آغاز اسلام سے ہی موجود تھا اور ہر دور میں علیٰ حالہ قائم رہا۔“ (میرا کہنا یہ ہے کہ وہ ہر دور میں کہاں قائم رہا وہ تو دوسری صدی ہی سے بگڑنے لگا تھا)۔

(۲) ”مجموعہ سنن جو آنحضرت صلعم نے چھوڑا، وہ مقدار میں کچھ زیادہ نہ تھا اور نہ وہ کچھ ایسا تھا جسے بالکل صریح اور واضح کہا جاسکے۔“

مولانا تحریر فرماتے ہیں اور بظاہر بجا فرماتے ہیں کہ ”ایک کارفرما اور عملی تصور جو ہر دور میں علیٰ حالہ قائم رہا ہو، یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ صریح اور واضح نہ ہو۔ اقتباس سابق میں آپ فرما چکے ہیں کہ ”امت مسلمہ کی سنت رسول اللہ کی سنت پر مبنی اور اس سے ماخوذ تھی۔“ جو مجموعہ سنن خود صریح اور واضح نہ ہو، وہ مبنی اور ماخذ کیسے بن سکتا ہے۔ از راہ کرم اس تضاد کو دور فرمائیے۔“

اب میری عرض یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی عبارت کے دو ٹکڑے ہیں ، جس کو خود مولانا نے دو نمبروں میں تقسیم کیا ہے ۔ پہلے ٹکڑے میں ” سنت رسول “ کا ذکر ہے اور دوسرے ٹکڑے میں ” مجموعہ سنن “ کا ۔ اس کے بعد مولانا نے جو عبارت نقل کی ہے ، اس میں ” امت مسلمہ کی سنت “ اور ” رسول کی سنت “ کا ذکر ہے ۔ ” سنت “ سے مراد تو وہی سنت ہے ، جس کی تعریف میں اوپر کرچکا ہوں یعنی دینی عمل درآمد ، دینی دستور ۔ اور مجموعہ سنن سے مراد ذخائر احادیث ہیں ، جو راویان احادیث روایت کرتے رہے ، اور پھر جامعین نے ان کو اپنے دفاتر میں جمع کر لیا ۔ ” مجموعہ “ کا لفظ اور پھر ” سنن “ بصیغہ جمع صاف بتا رہا ہے ، کہ مجموعہ کسی محسوس چیز کے افراد یکجا شدہ ہی کو کہتے ہیں : اور جمع اسی کو کہتے ہیں جس کے ماتحت بہت سے افراد ہوں ۔ سنت رسول کی حیثیت دین اللہ کی ہے ۔ دین میں بیسیوں چیزیں ہیں : ان کی وجہ سے آپ ادیان اللہ نہیں کہہ سکتے ۔ اس طرح سنت رسول ہے ۔ جب دین اللہ کی عملی حیثیت جو بطور عمل درآمد رسول ص نے پوری امت میں جاری کردی تھی ، اسی کے ماتحت بہت سی چیزیں ضرور ہیں ، مگر ان کی وجہ سے آپ سنت رسول کو سنن رسول نہیں کہہ سکتے ۔

اس لئے سنت رسول اور چیز ہے اور مجموعہ سنن اور چیز ۔ ڈاکٹر صاحب

نے مجموعہ سنن کے متعلق کہا ہے کہ آنحضرت صلعم نے مقدار میں کچھ زیادہ نہیں چھوڑا تھا ۔ یعنی دین کی جو ضروری باتیں تھیں وہ صحابہ کو یاد تھیں ۔ لیکن نہ آنحضرت صلعم کی ہر بات ہر صحابی کو معلوم تھی اور نہ آپ ص کے ہر عمل کا ہر صحابی کو علم تھا ۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحب نے مجموعہ سنن ہی کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ ” نہ ہی وہ کچھ ایسا تھا جسے بالکل صریح اور واضح کہا جاسکے “ یہ بات سنت رسول کے متعلق نہیں لکھی ۔ میں یہاں یہ عرض کروں گا کہ ڈاکٹر صاحب نے تو بہت قلم سنبھال کر لکھا ہے ۔ ورنہ اگر وہ یہ لکھتے کہ مجموعہ سنن تو بڑی حد تک غیر صریح اور غیر واضح ہے ، تو غلط نہ لکھتے ، آپ خود بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ ان مجموعات سنن نے سنت رسول اور سنت خلفاء راشدین کو گم

کر دیا ہے، یا باقی رکھا ہے۔ نماز ایسی چیز ہے جس کو ہر مسلمان عہد نبوی سے آج تک ہر چوبیس گھنٹے میں پانچ مرتبہ پڑھتا ہے، کوئی نہیں بتا سکتا کہ سنت نبوی و سنت خلفائے راشدین کے مطابق حنفیوں کی نماز ہے، یا مالکیوں کی شوافع کی؟ ہم اگر یہ تسلیم کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد کچھ دنوں تک ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھی تھی۔ پھر کچھ دنوں بعد سینے پر ہاتھ باندھنے لگے۔ پھر ناف پر پھر زیر ناف مگر ناف سے متصل، تو یقیناً جس فعل سابق کو آپ نے ترک کر دیا، وہ فعل سنت نہ رہا۔ بلکہ اس کا ترک ہی سنت ٹھہرا۔ آواخر عمر میں وفات تک جس طرح آپ نمازیں پڑھتے رہے، وہی طریقہ سنت قرار پائے گا۔ صلوا کما را یتُمونی اصلی کے حکم کے مطابق سارے صحابہ، اہل مدینہ اور مہاجرین و انصار اسی ایک طریقے سے نماز پڑھتے ہوں گے۔

اب اس سے بڑھ کر مجموعہ سنن کے غیر صریحی اور غیر واضح ہونے کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ نماز جیسی دین کی اہم ترین چیز کو بھی امت کا کوئی فرد صرف مجموعہ سنن کی بدولت سنت رسول اور سنت خلفاء راشدین کے مطابق نہیں پڑھ سکتا۔ مختصر یہ کہ سنت رسول اور مجموعہ سنن دو چیزیں ہیں۔ دونوں کے متعلق دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ دونوں ایک نہیں کہ تضاد سمجھا جائے۔ اور اس تضاد کو مٹانے کی فرمائش کی جائے۔

مولانا پوچھتے ہیں:- ”یہ مجموعہ سنن مقدار میں کچھ زیادہ نہ تھا۔ اس کا تاریخی اور عقلی ثبوت دیجئے۔ مگر وہ ثبوت ”مفروضات“ اور احتمالات پر مبنی نہ ہو۔“

سو عرض یہ ہے کہ عہد نبوی و عہد خلفاء راشدین میں تو کوئی مجدوعہ سنن تھا ہی نہیں۔ سنت رسول ان کی ذات سے وابستہ دن رات ان کے عمل درآمد میں تھی۔ بعض اور باتیں جو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے، اپنے دماغوں میں محفوظ رکھتے تھے۔ بعض دفعہ ایسے مقدمے پیش ہوتے، جن کے متعلق قرآن مجید میں مجمل حکم تھا تو خلفاء راشدین حاضرین صحابہ سے پوچھتے تھے کہ تم لوگوں کے علم میں ایسا ہی کوئی مقدمہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی کبھی پیش ہوا تھا - اگر پیش ہوا تھا تو آپ ص نے کیا فیصلہ کیا تھا ؟ -

اگر ایسا فیصلہ بتایا جاتا، جو قرآن مجید کی آیت کے سیاق و سباق سے واضح مناسبت رکھتا، تو اسے قبول کر لیتے تھے۔ کبھی مزید تشفی کے لئے کوئی گواہ طلب کرتے تھے۔ اور اگر وہ مروی شدہ فیصلے کو قرآن مجید کے خلاف پاتے، تو اسے رد کر دیتے تھے اور صاف کہہ دیتے تھے کہ لا نترک کتاب ربنا بقول اعرابی یبول علی عقبیہ - کبھی یہ مروی شدہ فیصلہ یہ کہہ کر رد کر دیا جاتا کہ لا نترک کتاب اللہ بقول امراة خثعمیہ - یعنی لوگوں کے حافظے میں جو مجموعہ سنن تھوڑا بہت تھا - اس کے متعلق خلفائے راشدین کا عمل اس حدیث کے مطابق تھا کہ فما روی لکم حدیث عنی فاعرضوه علی کتاب اللہ فما وافقه فاقبلوه وما خالفه فردوه - غرض ہر صحابی کے حافظہ میں ایسی تھوڑی سی باتیں تھیں اور وہی ان کا مجموعہ سنن تھا - چنانچہ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ کے مقدمے میں حضرت ابو بکر رض کے جمع کردہ جس مجموعہ سنن کا ذکر کیا ہے اور جسے حضرت ابو بکر رض نے بعد کو جلا ڈالا، اس میں صرف پانچ ہی سو حدیثوں کے ہونے کا ذکر ہے۔ حضرت علی رض نے جو کچھ ہدایات بقول راوی لکھ رکھی تھیں، وہ ایک ورق تھیں - اور اسے وہ اپنی تلوار کے ساتھ اس کی کاٹھی میں رکھے ہوئے تھے - ہمام بن منبہ کے ذریعہ حضرت ابو ہریرہ کے جس مجموعہ سنن کو پیش کیا گیا ہے، وہ بھی مختصر ہی ہے - آخری دور میں امام مالک نے مؤطا میں اپنے مجموعہ سنن کو جو قلمبند فرمایا وہ دیکھ لیجئے، اور صحاح ستہ کی کسی کتاب سے اس کا مقابلہ کر لیجئے۔ بخاری کی ایک جلد ہی مؤطا سے کہیں زیادہ سنن ہیں - غرض ڈاکٹر صاحب نے قرن اول یعنی صحابہ، مہاجرین و انصار کے عہد میں مجموعہ سنن کے کچھ زیادہ نہ ہونے کا ذکر کیا ہے جو واقعہ بھی صحیح ہے اور عقلاً بھی صحیح ہے - (باقی آئندہ)

وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَنَكَ

هَذَا جُنُنٌ عَظِيمٌ ﴿۱۱﴾